Title - URDU RASM-E-KHAT.

Creator - Mohd. Sajjad Mirza.

Publisher - Intizami Machine Press (Hyderabad)

Date - 1940

Pages - 24

Subjects - Urdu Zuban - Rasmul Khat;
Rasmul Khat - Urdu Zuban.

Presented to
The Maulana Azad Library.

M. B. Iyengar

17. IV. 61

اُردو رسمِ خط

مع

دیباچہ

عالی جناب نواب مہدی یار جنگ بہادر ایم۔ اے (آکسن)
صدر المہام تعلیمات و فینانس سرکار عالی
معین امیر جامعہ عثمانیہ حیدر آباد دکن
صدر کل ہند اردو کانفرنس (دہلی)

از

محمد سجاد مرزا ایم۔ اے (کنٹب)

پرنسپل عثمانیہ ٹریننگ کالج حیدر آباد دکن

سنہ ۱۳۵۰ف م سنہ ۱۳۵۹ھ م سنہ ۱۹۴۰ء

مطبوعہ انتظامی مشین پریس
(حیدر آباد دکن)

فہرست مضامین

فہرست نمونہ جات رسم خط

دیباچہ

ہر زبان کے ساتھ اُس کے رسمِ خط کو ایک فطرتی لگاؤ ہوتا ہے، وہ منقطع ہوجائے تو زبان اپنی فطرتی حالت پر مشکل سے قائم رہ سکتی ہے، لیکن اس کے یہ معنیٰ نہیں کہ اس کے رسمِ خط میں کوئی ترمیم و اصلاح نہ ہونی چاہئے۔ جس طرح ہر زندہ زبان کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں نئے لفظوں کا برابر گھول میل ہوتا رہتا ہے بالکل اسی طرح اُس کے رسمِ خط میں تبدیلی، اس کے استحکام و ترقی کی علامت ہے۔

اُردو کی سب قومی اہمیت کے مدّنظر جو لوگ اس کی ترویج و ترقی میں لگے ہوئے ہیں، ان کے سامنے بعض اصلاحی مسائل پیش ہیں، ان میں سب سے اہم رسمِ خط اور ٹائپ کی طباعت کے مسائل ہیں۔

اس رسالہ میں انہیں مسائل سے بحث کی گئی ہے اور مروّجہ رسمِ خط کی مختصر مگر جامع تاریخ اور اس کے عکسی نمونے دیتے ہوئے یہ استدلال کیا گیا ہے کہ اس وقت تک اُردو کا

کوئی مخصوص رسمِ خط ہی نہیں ہے۔ اس سلسلہ میں خطِ نستعلیق پر جو تنقید کی گئی ہے اُس پر ہر اُردو کے بہی خواہ کو خاص طور پر غور کرنا چاہیئے۔

کیا بلحاظ تدریس، اور کیا بلحاظ طباعت، اُردو کی اصل دشواری اُس کا فارسی رسمِ خط ہے جو خود اُس کے وطن ایران نے طباعت کے لئے ترک کر دیا ہے۔ قطع نظر ممالک یورپ کے، حیدرآباد دکن میں بھی نستعلیق ٹائپ بنانے کے لئے بڑی جد و جہد کی گئی لیکن نتیجہ خاطر خواہ نہ نکلا۔ جریدۂ حکومت سرکارعالی، مورخہ ۲۳ شہریور ۱۳۴۹ف جلد (۷۱) نمبر (۳۹) جزو اوّل صفحہ ۱۲۶۹ میں محکمۂ معتمدی امور عامہ (صیغہ طباعت) کا یہ رزولیوشن درج ہے:-

"سرکارعالی کو اس امر کا افسوس ہے کہ تجارتی نقطۂ نظر سے نستعلیق ٹائپ کامیاب ثابت نہیں ہوا"

اس کے بعد بھی موزوں اور کامیاب نستعلیق ٹائپ کی توقع کرنا نا عاقبت اندیشی ہوگی۔

یہ درست ہے کہ اُردو رسمِ خط کے تدریسی مسائل پر کافی توجہ نہیں کی گئی ہے حالانکہ اُردو کی سب قومی حیثیت، اُردو بولنے والے ان پڑھوں کی کثرت، عام خواندگی کی عالم گیر ضرورت، اور غیر اُردو دانوں کی مشکلات، اس امر کی مقتضی ہیں کہ اُردو زبان کی تحصیل کے لئے ممکنہ سہولتیں پیدا کی جائیں۔

مروّجہ رسمِ خط کے مطابق نہ صرف حرفوں کی شکلیں ہی مرکبات میں کچھ سے کچھ ہوجاتی ہیں بلکہ اُن کی مختلف نشستیں، نو آموز کے لئے

پریشانی، زحمت اور تضیع وقت کا باعث ہیں۔ سالہا سال کی مشق اور عادت کی وجہ سے ہم کو اس بات کا احساس نہیں رہتا کہ کسی لفظ میں کسی حرف کی بالکل بدلی ہوئی شکل مبتدی کے لئے کس قدر دِقت طلب ہوتی ہے مثلاً لفظ "بعد" کو لیجئے۔ چاہے اُردو داں مبتدی ب، ع، د تینوں حرفوں کی شکلوں اور آوازوں سے واقف ہو مگر اس لفظ کو نہیں پڑھ سکتا اور اگر املا لکھوایا جائے تو صحیح نہیں لکھ سکتا۔

مروّجہ رسمِ خط در اصل ایک قسم کی دیدہ زیب مختصر نویسی ہے جس سے پوری واقفیت کے لئے حرفوں کے پورے جوڑ توڑ اور اُن کی کرسیاں جاننا اور اُردو زبان پر پوری طرح حاوی ہونا ضروری ہے۔ ایسا پیچیدہ رسمِ خط سیکھنے میں غیر زبان داں کو کیا کیا مشکلیں پیش نہ آتی ہوں گی! اور اگر اس کی مادری زبان کا رسمِ خط مقابلتہً آسان ہے تو اُردو زبان کے متعلق اس کے کیا کیا جذبات وخیالات نہ ہوتے ہوں گے!

عثمانیہ ٹریننگ کالج حیدرآباد دکن نے بہت غور و خوض اور تجربوں کے بعد اُردو رسمِ خط کے متعلق چند تجاویز پیش کی ہیں اور نوآموزوں کے لئے اس کو آسان بنانے کی خاص طور پر کوشش کی ہے جو کامیاب معلوم ہوتی ہے۔ مجوّزہ رسمِ خط یعنی بنیادی خط کو آرتھو لاجیکل انسٹیٹیوٹ آف انڈیا (بمبئی) نے بیسک ہندوستانی کے سلسلہ کے لئے اختیار کرلیا ہے جو ہمارے مدارس کے غیر اُردو داں طلبہ و طالبات کے لئے شریک نصاب کر دیا گیا ہے۔ اس بنیادی خط

کے مختلف پہلوؤں کے سمجھنے کے لئے اس رسالے کے آخر میں "بنیادی خط کی توضیحات" کا تختہ دیا گیا ہے جس کے بغور معائنہ سے واضح ہوگا کہ بنیادی خط نہ صرف سادہ اور سہل ہے، خوش وضع ہے اور میکانی طباعت کی ضروریات کو پورا کرتا ہے بلکہ وہ ایک ایسی منزل کا کام دیتا ہے جس کے بعد نسخ اور نستعلیق اور اُن سے جو دوسرے خط نکلے ہیں اور مغرب ہند اور مشرق قریب میں رائج ہیں ان سب تک بہ آسانی رسائی ہوسکتی ہے۔

حاصل کلام یہ کہ اُردو ہر جہت میں اپنی موزونیت کی بدولت اچھی ترقی کر رہی ہے اور اُس کی ترقی کے واسطے وسیع میدان موجود ہے ہندوستان میں جو لوگ عام زبان کی اہمیت اور آسان اور کارآمد رسم خط کی ضرورت تسلیم کرتے ہیں، اُن سے اُمید ہے کہ وہ اُردو زبان کی ترقی اور بنیادی رسم خط کی ترویج میں قلمے، سخنے، قدمے، درمے مدد دینے سے دریغ نہ کریں گے۔

۱۳ر اکتوبر ۱۹۴۰ء
حیدرآباد دکن

مہدی یار جنگ

ORIGINAL IN URDU.

PREFACE*

BY

The Hon'ble Nawab Mahdi Yar Jung Bahadur, M. A. (Oxon.),

Education and Finance Minister, H. E. H. The Nizam's Government: Vice-Chancellor, Osmania University, Hyderabad-Deccan: President, All-India Urdu Conference (Delhi).

There is a natural accord between a language and its script. If this relationship were to be done away with, it would become difficult for a language to preserve its natural form and character. But this does not imply that its script should never be modified or improved.

Just as a continuous absorption of new words is one of the characteristics of a living language, so also is an improvement in its written characters a mark of its progress and durability.

Those who are striving for the progress and advancement of Urdu as the *lingua franca* of the different races of India, are faced with certain problems of reform of which the most important are those connected with the writing and printing of the language. These are the very problems which form the subject matter of the present little book. In it, a short but comprehensive history is given of the current script and, with the help of facsimile examples, an attempt has been made to show that Urdu so far possesses no characteristic script of its own. In this connection, the criticism of the Nastaliq character contained in the book deserves the serious attention of every well-wisher of Urdu.

---

* URDU RASME KHAT by Principal Sajjad Mirza, Osmania Training College, Hyderabad (Deccan) Published 1940.

اُردو رسمِ خط

مختصر تاریخ مع تجاویز اصلاح

تمہید

رسمِ خط سے مطلب ایسی علامات سے ہے جو انسان کسی مقرّرہ طریقے کے بموجب اپنے خیالات اور واقعات کے تحفّظ اور اُن کے اظہار اور ترسیل کے لئے استعمال کرتا ہے۔

رسمِ خط کی نشو و نما کے لئے دو چیزیں ضروری ہیں، ایک اوزار دوسرے کوئی شئے جس پر وہ کام دے سکے۔

رسمِ خط یعنی مقررہ علامات کو تین عناصر متاثّر کرتے رہتے ہیں۔ لکھنے والے کی ذاتی مہارت اور خصوصیات، اوزار کی نوعیت اور اس شئے کی مادّی حالت جس پر وہ علامات بنائی جائیں، ان تینوں عناصر کے اثرات کا باہمی تناسب یکساں نہیں رہتا۔ مگر بحیثیت مجموعی وہ رسمِ خط یعنی علامات کی مقرّرہ یا اصلی ہئیت میں بہت کچھ کمی اور بیشی کرتے رہتے ہیں۔

رسمِ خط کی ابتدا جب انسان نے وحشی زندگی کو چھوڑ کر تمدّن کے پہلے زینے پر قدم رکھا تو وہ ایک نُکیلی چیز سے پتھّر، اینٹ اور لکڑی وغیرہ پر علامات بناتا تھا۔ جن کی شکل غالباً سطح کی سختی کے سبب سے زاویہ دار ہوا کرتی تھی

اس کے بعد جب وہ پیپ رس پر رنگ سے علامات بنانے لگا تو ان شکلوں میں دائرے نمودار ہونے لگے۔ آگے چل کر جب چمڑے نے پیپ رس اور نرسل نے نکیلے اوزار کی جگہ لی۔ تو رسم خط نے اپنی ابتدائی مگر باضابطہ صورت اختیار کرلی۔
عربوں نے لکھنے کا نیا اوزار، نرسل نہ صرف یونانیوں سے حاصل کیا، بلکہ اُس کا نام "قلم" بھی اُنہیں کے لفظ "قالیمس" سے معرب کیا۔

قبولِ اسلام کے بعد عربوں نے ایسی غیرمعمولی ترقی کی کہ تھوڑے ہی عرصہ میں اپنے یونانی استادوں کے استاد بن گئے اور آٹھویں صدی عیسوی میں کاغذ اور اس کی صنعت کو یونان اور یورپ میں رواج دے کر رسم خط میں زبردست انقلاب کا راستہ کھول دیا۔ عربوں نے یونانیوں کے احسان کو ان پر اس سے بڑا احسان کرکے اُتار دیا۔

ترقی اور تخصیص | قلم اور کاغذ کی دریافت اور استعمال کے بعد رسم خط نے ایک فن کی حیثیت اختیار کرلی۔ چنانچہ قلم اور کاغذ کی ساخت پر بہت توجہ کی جانے لگی اُنیسویں صدی عیسوی میں نرسل، لکڑی یا پر کے قلم کی جگہ لوہے کے قلم نے لے لی۔ اور کاغذ بھی دھجیوں وغیرہ کے بجائے ریشہ دار پودوں سے بنایا جانے لگا۔ ماہرین نے خطاطی میں بڑی جدتیں کیں۔ خاص اغراض کے لئے خاص رسم خط ایجاد کئے۔ مثلاً مذہبی تحریرات کے لئے ایک خط تھا، تو دستاویزات وغیرہ کے لئے دوسرا، یہ دیکھ کر تعجب ہوتا ہے کہ یورپ میں جن وجوہ سے اس قسم کی تخصیص ہوئی، بالکل اُنہیں وجوہ کی بنا پر، مشرق میں بھی، ایسا ہی عمل ہوا۔ اِس سے ثابت ہوتا ہے۔ کہ رسم خط کے بعض اصول زبان، تمدن اور زمانے کے اختلاف کے باوجود عالمگیر اور ہمہ گیر ہوتے ہیں اور بالکل بین الاقوامی حیثیت رکھتے ہیں۔

کثرت کار کے اثرات | یورپ کے تجارتی دور نے خطاطی پر بڑا گہرا اثر ڈالا ہے۔

تجارت کی ترقی کے ساتھ ساتھ مُراسلت میں اِضافہ ہوتا جاتا تھا۔ تکمیلِ کار میں صحت اور عجلت، بیوپار کی توسیع اور کامیابی کے لئے ضروری تھے۔ چنانچہ زیادہ لکھنے اور جلد جلد لکھنے کا لازمی نتیجہ یہ ہونے لگا کہ رسمِ خط بگڑا اور خطاطی کے مقررہ معیار متزلزل ہونے لگے۔ ماہرین نے اس خدشہ کی روک تھام اور ایک اشدّ ضرورت کی تکمیل کے لئے کاروباری خط وضع اور جاری کیا۔ لیکن صنعتی انقلاب کے بعد زود نویسی کا مسئلہ اور زیادہ اہم ہوگیا۔ متعدد تجاویز اور ایجادوں کے باوجود مزید ایجادوں کی ضرورت اب بھی محسوس کی جاتی ہے اور اُن کے لئے یورپ اور امریکہ کی جدّ و جہد برابر جاری ہے ؎

سکون محال ہے قدرت کے کارخانے میں

ثبات ایک تغیّر کو ہے زمانے میں

زمانے کا تقاضا واقعہ یہ ہے کہ موجودہ زمانے کی ضروریات اور زندگی کی روزافزوں کشمکش ایسے رسمِ خط کی دشمن ہے جس میں تکلّف اور نزاکت ہو۔ بیسویں صدی کے متمدّن انسان کی سب سے بڑی ضرورت صحت، وضاحت، کفایت اور عجلت ہے۔ ایسے کام بھی جن کے لئے بہت ہی تربیت یافتہ دماغ اور ہاتھ کا تعاون ناگزیر سمجھا جاتا تھا، جیسے حساب کتاب، اب مشینوں کے ذریعہ انجام دیئے جاتے ہیں یورپ اور امریکہ کے بڑے بڑے کاروباری دفتروں میں حساب کتاب کی مشینیں عام طور پر استعمال کی جاتی ہیں اور کئی کئی محاسبوں کا گھنٹوں کا کام منٹوں میں ایسی صحت اور صفائی کے ساتھ کرتی ہیں کہ دیکھ کر اور سمجھ بوجھ کر بھی یقین نہیں آتا۔ مختصر یہ کہ اسی قسم کے عالمگیر اور ہمہ گیر اسباب انسان کے ہاتھ سے لکھنے کے قدیم طریقے پر اثر انداز ہو رہے ہیں۔ چنانچہ بعض امریکہ کے ماہرین کا خیال ہے کہ عنقریب ایسا وقت آئے گا جب کہ مدرسوں میں بچّہ بچّہ

قلم کے بجائے ٹائپ رائٹر چلائے گا اور اسی سے ہر قسم کی لکھائی کا سب کام کرے گا۔ یہ تعجب خیز نہ ہوگا کیونکہ ٹائپ رائٹر کے ذریعے ایک منٹ میں ایک سو سے زیادہ الفاظ لکھے جا چکے ہیں اور وقتِ واحد میں کئی کئی نقلیں تیار کرنا تو معمولی سی بات ہے۔ ع

زمانہ با تو نہ سازد تو با زمانہ بساز
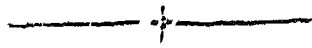
اُردو رسمِ خط کے پیشرو

عربی رسمِ خط | ظہورِ اسلام سے پہلے عرب میں مختلف قسم کے رسمِ خط رائج تھے اور عربی زبان مختلف خطوں میں لکھی جاتی تھی۔ یمن میں تین قبیلے تھے۔ حمیرؑ، معینؑ، سباؑ اور ان میں سندی یا حمیری خط رائج تھا جس کا ہر ایک حرف جدا جدا لکھا جاتا تھا۔ انباط جو کہ حجاز کے شمال میں واقع تھا وہاں نبطی خط، عراق اور شام میں عراقی خط، اور عراقِ عرب میں سریانی خط رائج تھے۔

پہلا دور | عربی خط کا پہلا دور کوفہ سے شروع ہوتا ہے جس کا نام اُس زمانے میں، حیرہ تھا۔ یہ عراقِ عرب کا ایک مشہور و معروف اور قدیم شہر تھا جہاں تجارت کی گرم بازاری، علماء، فضلاء کا مجمع اور علمی چہل پہل رہتی تھی۔ یہاں اس زمانے میں اور خطوں کے علاوہ زیادہ تر خط سطرنجیلی رائج تھا جو کہ سریانی کی ایک قسم ہے۔ اس رسمِ خط میں سریانی اپنی مذہبی کتابیں لکھتے تھے اور خط نبطی میں عام مراسلت کرتے تھے۔ کوفیوں نے خطِ سطرنجیلی وغیرہ سے ایک نیا خط وضع کیا جو کوفہ میں عام ہوگیا۔ رفتہ رفتہ یہ خط جزیرۃ العرب یعنی مکہ، مدینہ اور طائف میں پہونچا اور خط کوفی کے نام سے مشہور ہوگیا۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کے زمانے میں یہی خط زیادہ رائج تھا۔ چنانچہ کلامِ الٰہی خطِ کوفی میں ہی لکھا جاتا تھا۔ اور خود آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کی مراسلت بھی خط کوفی میں ہی ہوتی تھی۔ آپ نے ۶ھ م ۶۲۸ء میں

مختلف بادشاہوں اور دوسرے سرداروں کے نام جو تبلیغی خط روانہ فرمائے تھے، ان میں سے دو بہت زیادہ مشہور ہیں۔ ایک خط تو بحرین (مصر) کے حاکم منذر بن ساریٰ کے نام، اور دوسرا خط مقوقس کے نام، جس کے متعلق بیان کیا گیا ہے کہ سنہ میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے دستِ مبارک سے تحریر کرایا گیا تھا۔ اس کے معائنہ سے اس زمانے کے رسمِ خط کا اندازہ ہوگا۔

دوسرا دور | ابتداء میں زیر، زبر، پیش کی علامتیں اور نقطے وغیرہ نہیں تھے۔ نصف صدی تک یہی طریقہ رہا۔ تقریباً ۵۰ھ میں ابوالاسود دوئلی نے نقطے ایجاد کئے۔ مگر یہ نقطے بجائے اعراب کے استعمال کئے گئے تھے۔ زیر کے لئے حرف کے نیچے ایک نقطہ دیا جاتا تھا۔ زبر کے لئے اوپر، پیش کے لئے بازو یا کنارے پر اور تنوین کے لئے دو نقطے لگائے جاتے تھے۔

جب اسلام مصر اور ایران میں پھیلا تو لوگوں کو ہم شکل حروف مثلاً ج، ح، خ یا ب، ت، ث وغیرہ کے سبب سے نہ صرف قرآن مجید پڑھنے میں دقتیں ہوئیں، بلکہ مراسلات اور روزمرّہ کی تحریرات پڑھنے میں بھی اختلاف ہونے لگا۔ یہ کیفیت دیکھ کر خلیفہ عبدُ الملک بن مروان نے ۶۵ھ میں حجّاج بن یوسف عراق کے گورنر کو رسمِ خط کی اصلاح کرنے کے لئے حکم دیا۔ نصر بن عاصم نے حجّاج کے منشاء کے مطابق حرفوں میں فرق کرنے کے لئے نقطے وضع کئے اور یہ قاعدہ مقرر کیا کہ منقوطہ حروف پر سیاہ نقطے دئے جائیں اور اعراب کے لئے قرمزی رنگ کے نقطے لگائے جائیں۔ اس طرح حروف منقوطہ میں امتیاز ہوا۔ نقطوں کے ذریعہ اعراب لگانے کا طریقہ تقریباً تیس چالیس سال تک جاری رہا۔ پھر دوسری صدی ہجری میں عبدالرحمن خلیل بن احمد عروضی نے اعراب کی خاص شکلیں وضع کیں، جس کے

عرب کے خط قبل اسلام

حمیری

نبطی

سریانی

خط نبوی بنام مقوقس بقلم (؟) حضرت علی کرم اللہ وجہہ مع نقل بخط نسخ
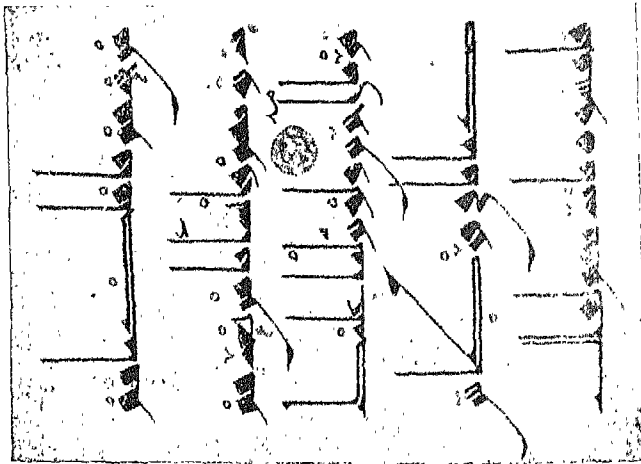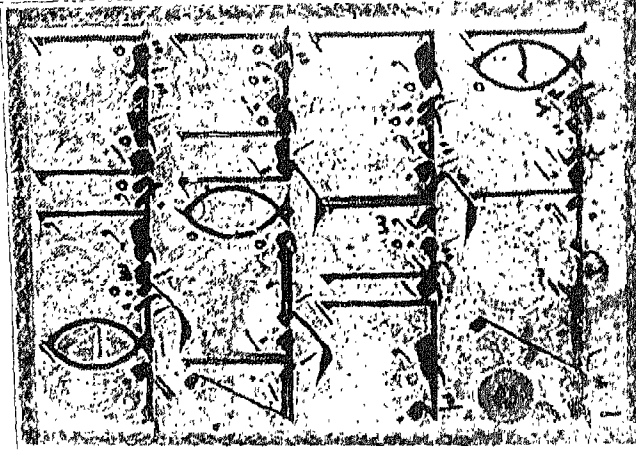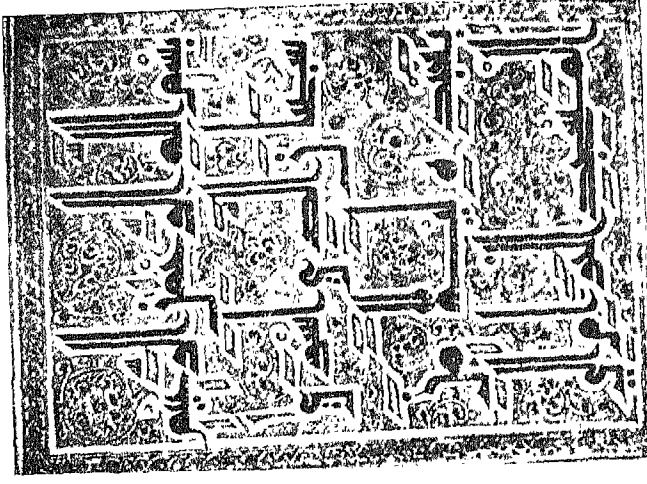
قرآن مجید کے صفحے (خط کوفی کے نمونے)

مروّجہ عربی خط کے نمونے

2 **ARABIC**: ALGERIAN COLLOQUIAL. Algeria.

على خاطر هكذا حبّ الله العباد حتّى
سلّم في ابنه الوحيد الفريد باش ما يتّهلك
شي كلّ من يامن به لكن تكون له الحياة
الدايمة ×

1911

الجیریا کا عربی خط

ARABIC: TUNISIAN COLLOQUIAL. Tunis.

هكذا نقول لكم يكون فرح قدّام ملايكة
الله بمذنب واحد يتوب

1911 *Lk.*

ٹیونس کا عربی خط

5 **ARABIC**: MOORISH COLLOQUIAL or MOGREBI. Morocco.

لانّه هكذا حبّ الله الدنيا حتّى اعطى ابنه ا
لوحيد باش ما ينهلك شي كلّ واحد اللّي يامن
به الّا كن تكون له حياة الآخرة

1918

مراکو کا عربی خط

بعد اعراب کے لئے قرمزی رنگ کے نقطوں کا استعمال ترک کر دیا گیا۔
خطِ کوفی کی سادگی لوگوں کو بہت پسند آئی۔ اس لئے سرکاری دفتروں میں، تجارتی کاروبار میں اور مدارس و مکاتیب میں وہ مقبول ہوگیا۔ تقریباً تین سو سال تک یہ خط رائج رہا۔ اس اثناء میں خطِ کوفی نے کئی پلٹے کھائے۔ اس میں کئی ترمیمیں ہوئیں مگر کوئی ترمیم ایسی نہ تھی کہ اُس کو انقلابی کہیں یعنی خط کوفی سے کئی خط ایجاد ہوئے جن کے نام تو جدا جدا تھے مگر ہر خط ہیر پھیر کے تھوڑے بہت فرق کے ساتھ خطِ کوفی سے مشابہ ہوجاتا تھا۔ ہر ایک خط کسی خاص موقع محل کے لئے مخصوص کر دیا گیا تھا۔ مثلاً خطِ طومار سے کتبے اور عہود، مودات اور امانات سے احکام، قبالے اور دستاویزات لکھے جاتے تھے۔ دیباج، یخ، مرصع اور ریاش، خوش نویسی کے لئے مخصوص تھے اور غبار، رخس، بیاض اور حواشی وغیرہ سے قرآن مجید یا اور دوسری مذہبی کتابیں لکھی جاتی تھیں۔

تیسرا دور | عربی خط کا تیسرا دور محمد بن علی بن حسن بن مقلہ سے شروع ہوتا ہے جو عام طور پر ابنِ مقلہ کے نام سے مشہور ہے۔ ابنِ مقلہ خلیفہ مقتدر باللہ (۲۹۵ھ تا ۳۲۰ھ) کا وزیر تھا۔ مگر خطاطی اور خوش نویسی کی قلمرو کا بادشاہ تھا۔ وہ فقہ، تفسیر، تجوید اور علم ادب میں یگانۂ دہر اور خطاطی میں یکتائے عصر تھا۔ اس نے قدیم اور مروجہ خطوں کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے چھ خط ایجاد کئے جن کے نام یہ ہیں:۔
خطِ محقق[۱] - خطِ ریحان[۲] - خطِ ثلث ریحانی[۳] - خطِ نسخ[۴] - خطِ رقاع[۵] - خطِ توقیع[۶] -
ان میں سے ہر خط کا دار و مدار سطح اور دور پر[٭] رکھا۔ (قلم کی زد اگر سیدھی ہے تو سطح ہے۔ اور اگر مدّور ہے تو دور کہلاتی ہے) اور

پہلی مرتبہ خطاطی کے اصول قواعد اور حرفوں کا ناپ مقرر کیا تاکہ ہر خط میں امتیاز اور خفی و جلی قلم میں یکسانی رہے۔

خطِ نسخ قرآن مجید لکھنے کے لئے مخصوص تھا۔ مگر محقق، ریحان اور کوفی سے سرخیاں لکھی جاتی تھیں۔ رقاع شاہی فرمان رقعے وغیرہ لکھنے کے لئے مخصوص تھا۔ اور توقیع سے احکامات اور دیگر مراسلات لکھے جاتے تھے۔

خط توقیع کو مناشیر بھی کہتے ہیں۔ چنانچہ کسی کا شعر ہے ؎

نگارِ من خطِ خوش می نویسد بغایت خوب دل‌کش می نویسد
مناشیر و محقق، نسخ و ریحان رقاع و ثلث ہر شش می نویسد۔

گو خطِ نسخ ۳۱۰ھ میں صرف قرآن شریف لکھنے کے لئے وضع ہوا تھا۔ مگر مقابلتہً سادہ اور آسان تھا۔ اس میں بقول نواب مہدی یار جنگ بہادر سب سے زیادہ سادگی اور وضاحت ہے۔ اسی لئے وہ عام طور پر مروّج ہوگیا۔ ہر شخص نے اُسے سیکھا اور استعمال کیا۔ اس کی ایجاد کے بعد تمام پچھلے خطوط منسوخ ہوگئے اور اس خط کا نام نسخ اسم بامسمّٰی ہوگیا۔

ابن مقلہ نے اِس کا دور چار دانگ اور سطح دو دانگ رکھی۔ دانگ اسی قلم سے ڈیڑھ نقطے کے طول کو کہتے ہیں۔ اگر کہا جائے کہ الف کی سطح دو دانگ ہے۔ تو اُس کے یہ معنی ہیں کہ اس قلم سے الف ۴½ نقطے لانبا ہے۔ اور اگر کہا جائے کہ ی کا دور آدھی دانگ ہے۔ تو اس کے یہ معنی ہیں۔ کہ ی کے دائرے کا خم پون نقطہ کا ہے۔

ابن مقلہ کے مجوزہ خط

استقلال الارادة والاتكال على العلوم والمعارف هما عمادا لتقدم ورقي النشء بضمانة النجاح

ریحان

عاتب اخاك بالاحسان اليه واردد شره بالانعام عليه

ثلث

لا شي امن من الحرية ولا سعادة اكبر منه القيام بالواجب

رقاع
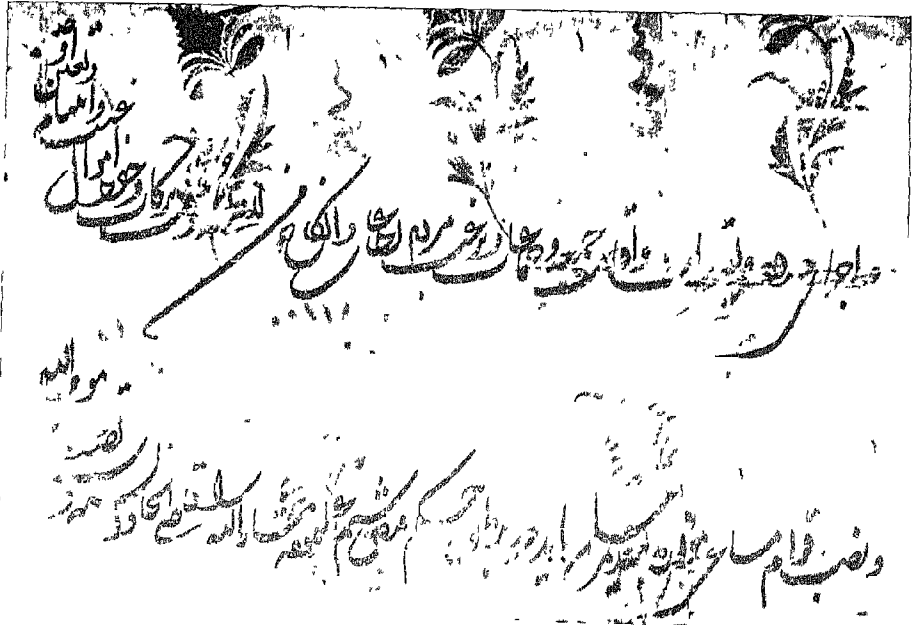
توقیع

اُردو رسم خط کے پیشرو

فارسی رسم خط | حسن بن حسین علی نے فارسی رسم خط کی بنا ڈالی۔ جو چوتھی صدی میں عمادالدّولہ دیلمی یا عضدالدّولہ دیلمی کا کاتب تھا۔ خطِ نسخ فارسی ضروریات کے لئے غیر موزوں ثابت ہو رہا تھا۔ اس لئے حسن فارسی نے فارسی زبان کی تمام ضروریات کو پیشِ نظر رکھ کر خطِ رقاع اور توقیع سے ایک نیا خط وضع کیا جو خطِ تعلیق کے نام سے مشہور ہے۔ چنانچہ مولانا جامیؒ فرماتے ہیں ؎

کاتباں را ہفت خط باشد ز طرزِ مختلف
ثلث و ریحان و محقق، نسخ و توقیع و رقاع
بعد ازاں تعلیق آں خط است کش اہلِ عجم
از خطِ توقیع استنباط کردند اختراع،

پہلا دور | خط تعلیق پیچیدہ تھا مگر عام طور پر سرکاری کاروبار، شاہی رسل و رسائل اور عام مراسلات میں استعمال ہوتا تھا۔ اس لئے بعض لوگ اسے خطِ ترسّل بھی کہتے ہیں۔ چنانچہ اس کے حرفوں کا پیچ و خم اور الفاظ کا اُتار چڑھاؤ دیکھ کر قاآنی ایک موقع پر کہتا ہے۔

اے زلفِ تو پیچیدہ تر از خطِ ترسّل
بر دامن زلفِ تو مرا دستِ توسّل

نسخ اور ثلث سے آزادی حاصل کرنے کے لئے عجمیوں کا یہ زبردست اقدام تھا۔
عربی میں پ، چ، ژ اور گ نہیں تھے۔ لوگ موقع اور محل کی مناسبت سے اندازاً
آوازیں ادا کرتے تھے۔ کچھ عرصہ کے بعد خواجہ ابوالعالی بک نے ان حرفوں کے لئے
تین تین نقطے وضع کئے اور خط کوفی اور پہلوی سے چند نئی کششوں کا اضافہ کرکے
تعلیق کو اس قدر خوب صورت بنایا کہ لوگ انہیں کو خطِ تعلیق کا موجد سمجھنے لگے۔
ضروریات زمانہ کے مدِّنظر خط رقاع یا ترسّل میں کچھ تصرّف اور ترمیم کرکے
ترکوں اور مصریوں نے ایک نیا خط ایجاد کیا جو عام طور پر خطِ دیوانی کے نام سے
مشہور ہے۔

دوسرا دور | تقریباً سات سو ہجری تک یہ تمام خط جاری رہے۔ وہ علوم
و فنون جو زمانۂ دراز سے بغداد میں عروج پا رہے تھے۔ دیلمیوں اور سلجوقیوں کے
زمانے میں ایران اور خراسان کی طرف منتقل ہونے شروع ہوگئے۔ خصوصاً ایران کا
مغربی صوبہ جو آذربائیجان کے نام سے مشہور ہے۔ ہر قسم کے علوم و فنون کا مرکز اور
ترقی کا گہوارہ بن گیا تھا۔ لوگوں کا مذاق بالکل بدل گیا تھا۔ ہر چیز میں تراش خراش
ہو رہی تھی اور قدامت پرستی سے منہ موڑ کر جدّت پرستی کی جانب پیش قدمی کی جارہی
تھی۔ عربی خط کی پُرانی سادگی، ہر لفظ میں شروع سے آخر تک ایک قلم، حرفوں میں تینوں
کے پیچ و خم اور کششوں میں موجوں کی لہریں جو عربی کے لئے مخصوص تھیں۔ فارسی زبان
کے لئے غیر موزوں اور بے محل خیال کی گئیں۔ چنانچہ آٹھویں صدی ہجری کے ابتدائی
دور میں میر علی تبریزی نے لوگوں کا عام رجحان اور فارسی زبان کی خصوصیات کو
پوری طرح پیشِ نظر رکھ کر خطِ نسخ اور تعلیق سے ایک نیا خط وضع کیا جو آخر
میں نستعلیق کے نام سے مشہور ہوگیا۔ چنانچہ مولانا سلطان علی مشہدی فرماتے ہیں:

نسخ و تعلیق گر خفی و جلی ست + واضع الاصل خواجہ میر علی ست

وضع فرمود او ز ذہن دقیق + از خطِ نسخ وز خط تعلیق

یہ تمام خطوں کا نچوڑ تھا گویا یہ سمجھنا چاہیئے کہ عربی خط نے ثلث ، رقاع اور تعلیق وغیرہ میں جس قدر رنگ بدلے وہ سب کے سب نستعلیق کو پیدا کرنے کے لئے زمین تیار کر رہے تھے۔ یہ خط فارسی زبان کے لئے ایسا ہی مخصوص ہوگیا جیسا کہ ثلث اور نسخ عربی زبان کے لئے یا خطِ تعلیق اور دیوانی ترکوں کے لئے تھے۔

نستعلیق کی کششوں اور دائروں میں جان اور تناسب دونوں موجود ہیں جو خوب صورتی اور حُسن کے لئے لازمی ہیں۔ اب رسمِ خط، خطاطی کے حدود سے نکل کر نقاشی کی قلمرو میں داخل ہوگیا۔ حرفوں کی نوک پلک میں نزاکت پیدا ہونے لگی۔ ایک ایک حرف میں نقاشی کی خوبی، مصوّری کی نزاکت اور وہ وہ حسن و انداز پیدا کیا گیا کہ ہر لفظ بجائے خود ایک تصویر ہوگیا اور سطریں تصویروں سے ہمسری کرنے لگیں۔

تیسرا دور | بقول نواب مہدی یار جنگ بہادر "نستعلیق میں تکلف اور نزاکت ہے"۔ چنانچہ حرفوں کے جوڑ توڑ کی نزاکتیں، دامن اور دائروں کا دور کششوں اور مدوں کی سطح اور نوک پلک کی باریکیاں، اس قدر ہیں کہ گھنٹوں میں چند سطریں لکھی جاسکتی ہیں۔ اس دقّت کو دفع کرنے کے لئے مرتضیٰ قلی خاں شاملو نے ۱۱۰۰ھ میں اپنی جدّتِ طبع اور ذہنِ رسا سے خطِ نستعلیق میں تصرّف کرکے ایک نئے خط کی بنا ڈالی جو خط شکستہ کے نام سے مشہور ہے۔ در اصل یہ نستعلیق کی ایک مختصر صورت ہے۔ اس کی غرض زود نویسی تھی۔ اس کے دائرے، شوشے اور حرف ٹوٹے ہوئے ہیں۔ اس نے ان بگڑے ہوئے حرفوں میں بھی ایسی سحر انگیزی کی ہے کہ شکستہ حرف ہونے پر بھی کوئی

حرف گیری نہ کرسکا۔ یہ خط روز مرّہ کی خط و کتابت، دفتری مراسلات وغیرہ کے لئے مروّج ہوگیا۔

کہتے ہیں کہ ہندوستان میں سب سے پہلے ۹۳۶ھ میں میر باقر ذوالکمالین آئے جو میر علی ہروی کے والد تھے۔ آپ علوم عقلی و نقلی میں یکتائے دہر اور خوش نویسی میں وحید العصر تھے۔ پھر ہمایوں کے زمانے میں ۹۵۶ھ میں خواجہ سلطان علی تشریف لائے اور اس کے بعد شاہ جہاں کے زمانے میں ۱۰۳۸ھ میں آقا عبد الرشید دیلمی آئے جو میر عماد کے بھانجے تھے اور خوش نویسی کی قلمرو کے بادشاہ تھے۔ ان کا ایسا سکّہ جما کہ سارا شہر ان کا شاگرد ہوگیا اور تمام خوش نویسانِ سلف کے نامَ گمنامی کے سمندر میں غرق ہوگئے۔ ہندوستان میں اُن کے سبب سے جگہ جگہ خط نستعلیق رائج ہوگیا۔ بادشاہ، امیر، غریب اور فقیر، سب کے سب خوش نویسی کے فن میں دلچسپی لینے لگے۔
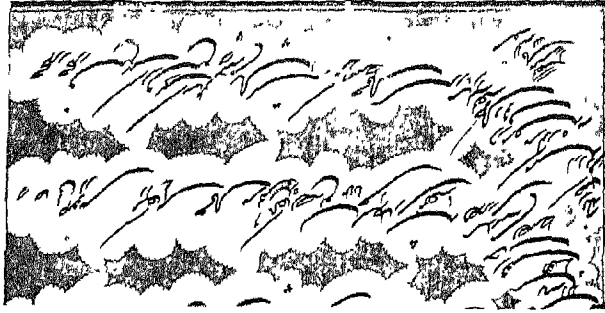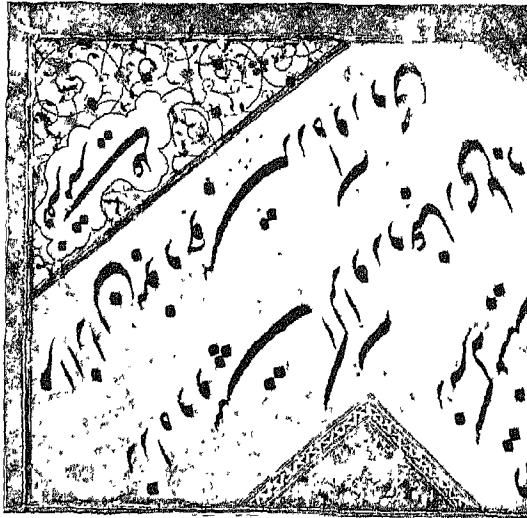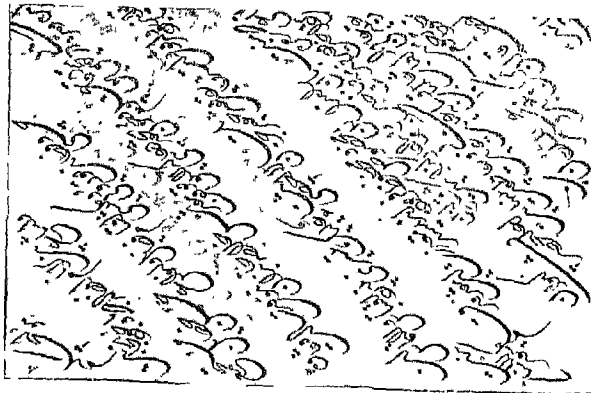
اُردو رسمِ خط

پہلا دور جب ہندوستان میں اُردو کی داغ بیل پڑی تو ابتدا میں اُسے ناگری میں لکھا جاتا تھا۔ لیکن جب اُس نے زبان کی حیثیت اختیار کرنی شروع کر دی تو فارسی داں اُس کو فارسی خط میں لکھنے لگے۔ انگریزوں کا دور دورہ شروع ہوا تو یہی اُردو، رومن خط میں لکھی جانے لگی۔ مختصراً یہ کہ ہندوستان کی یہ مشترکہ زبان جس طرح ایک سے زاید ناموں سے موسوم ہے۔ یعنی کوئی اُس کو اُردو، کوئی ہندی اور کوئی ہندوستانی کہتا ہے۔ اسی طرح اس کے رسمِ خط بھی ناگری، فارسی اور رومن ہیں۔

ہندوستان میں اٹھارویں صدی کے آخر میں طباعت کا سلسلہ جاری ہوا اور فارسی اور اُردو کے لئے سب سے پہلے ٹائپ استعمال کیا گیا۔ علامہ عبد اللہ یوسف علی صاحب نے بڑی تحقیقات کے بعد تحریر فرمایا ہے۔ کہ انہوں نے کلکتہ گزٹ کا پہلا نمبر مورخہ ۴؍ مارچ [illegible] ملاحظہ فرمایا ہے۔ جس میں "خلاصۂ اخبارِ دربارِ معلّیٰ بہ دارالخلافت شاہ جہاں آباد" کا ایک کالم فارسی ٹائپ میں چھپا ہوا ہے۔ غالباً ہندوستان کی حد تک یہ کہا جاسکتا ہے کہ فارسی ٹائپ کا یہ پہلا نمونہ ہے۔

ٹائپ | اُردو بھی اس ٹائپ میں چھپنے لگی۔ چنانچہ فورٹ ولیم اور ہیلی بری کالج کی متعدد مطبوعات اسی ٹائپ میں ہیں۔ مولانا عبدالقادر دہلوی کا قرآن شریف کا اُردو ترجمہ مع متن ۱۸۲۹ء میں ٹائپ ہی میں چھپا اور اُس کی خصوصیت یہ ہے کہ متن عربی ٹائپ اور اُردو فارسی ٹائپ میں ہے۔ اس ضمن میں اس امر کا اظہار دلچسپ ہے کہ سولھویں صدی کے آغاز میں سب سے پہلے یورپ میں عربی کی چھپائی ٹائپ میں شروع کی گئی جس کا سلسلہ اب تک جاری ہے اور تمام عربی ممالک نے اس کو بلا پس و پیش قبول کر لیا ہے۔

یہ اکثر نظر انداز کر دیا جاتا ہے کہ اُردو کی طباعت کا سلسلہ سب سے پہلے ٹائپ نہ کہ لیتھو (پتھر کی چھپائی) سے شروع ہوا۔ گو ٹائپ اچھا نہ تھا اور اس زمانے کے اُردو داں اس کو اپنی پستی، جہالت اور تعصب کی وجہ سے بالکل پسند نہ کرتے تھے۔ مگر مجبور تھے۔ اُردو زبان کی بد قسمتی تھی کہ اسی زمانے میں، جب کہ ہندوستان میں، اُردو کے ٹائپ کا چرچا تھا۔

لیتھو | جرمنی میں ایک شخص سینی فلڈر نے گوٹنبرگ کی ٹائپ کی ایجاد کے ساڑھے تین سو برس کے بعد لیتھو یعنی پتھر کی چھپائی ۱۷۹۶ء میں ایجاد کی یہ ایجاد دور دراز فاصلوں اور نقل و حرکت کی مشکلوں کے باوجود، چالیس سال کے اندر ہندوستان پہونچی اور آناً فاناً تمام ملک کے طول و عرض میں پھیل گئی۔ غالباً اس کی مقبولیت کا بڑا سبب یہ تھا کہ قلم سے جیسا لکھا جاتا تھا ویسا ہی چھپتا تھا۔ اُردو داں طبقہ نے لیتھو کی چھپائی کو ایسا اپنایا کہ ٹائپ کو بالکل بھلا دیا اور اپنی کوتاہ بینی سے طباعت میں اپنے وطن کے اُن طبقوں سے تقریباً سو برس پیچھے پڑگیا جو ابتداء سے

برابر ٹائپ استعمال کرتے چلے آئے ہیں۔

ایک اور امر بھی بہت ہی تعجب خیز اور سبق آموز ہے۔ وہ یہ کہ ہندوستان میں لیتھو کے مطابع تقریباً سو برس سے جاری ہیں اور اُردو کے اخبار، رسالے اور کتابیں، انہیں میں چھپتی رہی ہیں۔ لیکن اِس کے باوجود، اُن کے کام کا معیار یورپ کے معمولی لیتھو کے مطابع سے بھی بہت گرا ہوا ہوتا ہے۔ بلکہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ہمارے مطابع کا یورپ کے مطابع سے مقابلہ کا خیال تک نہیں کیا جا سکتا۔ علاوہ بریں گزشتہ تیس، چالیس سال میں یورپ نے لیتھو گرافی میں غیر معمولی ترقی کی ہے۔ اس کی تفصیل کا اس وقت موقع نہیں۔ لیکن یہ کہے بغیر نہیں رہا جا سکتا کہ ہمارے لیتھو کے شیدائیوں کا اس ترقی میں ذرّہ برابر بھی حصّہ نہیں ہے۔ یہی نہیں، بلکہ تازہ ترین دریافتوں اور ایجادوں کے اختیار کرنے میں بھی وہ یورپ کے معمولی مطابع کے دوش بدوش نہیں چل سکے ہیں۔

دوسرا دور گو لیتھو کا کام عام اور مقبول ہو چلا تھا۔ لیکن کاپی نویسی، تصحیح، پتھر پر چربوں کی منتقلی، اور سنگ سازی کے تدریجی مراحل میں بہت وقت صرف ہوتا تھا۔ عبارت میں صحت کا قائم رکھنا مشکل تھا۔ تحریر میں خوب صورتی اور یکسانی باقی نہیں رہتی تھی۔ چنانچہ انگریز مرتبوں کی دلچسپی اور سرپرستی کے باعث ٹائپ کی اصلاح اور ترقی پر برابر توجہ ہوتی رہی۔

اُردو کا بہتر ٹائپ بنانے کے لئے فورٹ ولیم (کلکتہ) میں بڑی کوشش کی گئی۔ ہندوستان کے گوشے گوشے سے خوش نویس کلکتہ میں جمع کئے گئے۔ فارسی دانوں کا زور اور نستعلیق کی ہوا چلی ہوئی تھی۔ بس اُردو کے ٹائپ کے لئے بھی نستعلیق رسم خط ہی پیش نظر رکھا گیا۔ اور

وہ رسمِ خط جو عمدہ کاغذ پر بہترین بِرو کے قلم اور چینی سیاہی سے برسوں کی مشق کے بعد گھنٹوں میں لکھا جاتا تھا اس کو لوہے کے سانچوں میں مقیّد کیا جانے لگا۔ تیس چالیس برس کی جستجو کے بعد مرمہ نستعلیق کا ٹائپ تیار ہوا اس سے فارسی اور اُردو کی متعدد کتابیں چھاپی گئیں مگر نہ معلوم کیا اسباب ہوئے کہ اُنیسویں صدی عیسوی کے اختتام پر وہ بالکل نیست و نابود ہو گیا۔

تیسرا دور | اس کے بعد مصر، بیروت، انگلستان اور جرمنی کے کئی کارخانوں میں نستعلیق کا ٹائپ ڈھالنے کی کوشش کی گئی۔ ٹائپ تیار ہوا۔ کتابیں چھپیں مگر اس کا خط پسند نہیں کیا گیا۔ حیدرآباد دکن میں بھی بڑے پیمانے پر کوشش کی گئی۔ لیکن نتیجہ خاطر خواہ نہ نکلا۔ آخر اس ناکامی کے وجوہ کیا ہیں؟

فن خطاطی کو قدیم ماہرین مصوّری کی ایک شاخ تصوّر کرتے ہیں۔ چنانچہ اُن کے نقطۂ نظر سے نستعلیق میں جو جو خصوصیتیں باریکیاں اور نزاکتیں ہیں۔ وہ سب کی سب ٹائپ کے نقطۂ نظر سے بدترین عیوب بن جاتی ہیں۔

نستعلیق کی خصوصیات یہ ہیں :-

(۱) حرف چھوٹے بڑے اور اونچے نیچے ہوتے ہیں۔ مثلاً الف کھڑا ہوتا ہے تو بے پڑی ہوئی ہوتی ہے۔ جیم کا دامن یا سین کا دائرہ ان دونوں سے نیچا ہوتا ہے۔

(۲) جب کوئی لفظ لکھا جاتا ہے تو حرف مل کر اپنی اصل شکل بالکل بدل کر کئی کئی شکلیں اختیار کرتے ہیں۔ یہ نہ صرف چھوٹی بڑی ہوتی ہیں۔ بلکہ اُن کی کرسی یعنی اونچ نیچ میں اور زیادہ فرق ہوجاتا ہے۔ مثلاً عین کو لیجئے لفظ عالم میں ع کا صرف سر ہے اور باقی غائب۔ معلم میں ع کا سر ہی رہتا ہے

نستعلیق ٹائپ کے نمونے

کے بیچے بہ سبب اور دوسرے جی القائم پشتون کے محجوب ہوتے ہین
۱۱۸ ۔ اصول میت دوسری قسم نشتمان اصول میت یعنے
آباواجداد پدری شخص متوفی کو شامل ہی ۔ اس ترتیب پر کہ اول
پدر میت پھر جد پدری پھر جد اعلاے پدری اور علیٰ ہذا القیاس ۔ ابعد
بہ سبب اقرب کے محجوب ہوتا ہی ۔

آخری اٹھارویں صدی عیسوی کا نستعلیق ٹائپ

و بر یک گوشۂ چمنش گلبني بود تازه‌تر از نهال کامراني
و سرافرازتر از شاخ شجرۂ شادماني هر صباح بر روي گلبن
گل رنگين چون عذار دلفريبان نازک خوي و رخسار
سمنبران ياسمين بوي بشکفتي و باغبان با آن گل رعنا
عشق بارزي آغاز نموده گفتي

شروع انیسویں صدی عیسوی کا نستعلیق ٹائپ

نستعلیق کا فاونٹ جملہ (۵۹۴) حروف پر بدیں صراحت
مشتمل ہے کہ: ۱۔ مفرد (۴۵۷) ۲۔ مرکب (۱۰۲)
۳۔ زوائد (۳۵) ۔ (۱۰۲) مرکبات صرف مزید خوبصورتی
کیلئے ہیں ورنہ مفردات سے یہ مرکبات بخوبی بن سکتے ہیں ۔
مجموعی (۵۹۴) حروف میں سے کثیر الاستعمال تقریباً (۲۱۶)
حرف ہے باقی بہت کم استعمال میں آتا ہے ۔ الفاظ ذیل متعدد
اور مفرد کرسیوں سے مرکب ہیں ۔

المستعشمن کھینچتی تتجھوا

گورنمنٹ سنٹرل پریس حیدرآباد دکن کا نستعلیق ٹائپ

اور نہ دامن بلکہ ایک نئی شکل ہوجاتی ہے۔ مربع لکھئے تو ع کی آخر میں ایک اور نئی شکل ہوجاتی ہے مگر رقاع لکھئے تو اصلی شکل بدستور قائم رہتی ہے۔

(۳) اس کے جوڑوں کی کرسیوں کے اختلاف کے علاوہ ایک اور دقت یہ ہے کہ اس کے جوڑ ایک ہی لفظ میں کہیں موٹے ہوتے ہیں اور کہیں پتلے اور باریک مثلاً لفظ مہتممی میں م سب سے اوپر ہے۔ پھر ہ اس کے نیچے پھر دوسرا م اس کے نیچے پھر تیسرا م اس سے نیچے اور آخری حرف ی سب کے نیچے۔ گویا کہ ایک سیڑھی بن گئی ہے۔ اب مختلف جوڑوں اور ایک ہی حرف مثلاً م کے جوڑوں کو غور سے دیکھا جائے تو ثابت ہوگا کہ کوئی موٹا ہے اور کوئی پتلا اور باریک۔

(۴) مروّجہ خط سے صحیح تلفظ ادا نہیں کیا جاسکتا۔ چنانچہ انجمن ترقی اُردو اور ڈاکٹر عبدالستار صاحب صدیقی نے اس کی اِصلاح کے لئے تفصیلی تجاویز کی ہیں۔

(۵) نستعلیق خط فارسی زبان کے لئے وضع کیا گیا اور اسی زبان کو پیشِ نظر رکھ کر اس کے قواعد مدّون کئے گئے۔ اُردو میں کثرت سے ہندی الفاظ ہیں جن کو ایرانی ماہرین کے مقرّرہ قواعد کے بموجب نہیں لکھا جا سکتا۔ اور نشستوں میں ایسی ترمیم کرنی پڑتی ہے جس کے باعث اس خط کی فارسی عبارت میں جو حُسن ہوتا ہے وہ اُردو میں زائل ہوجاتا ہے۔ اس کی وضاحت الفاظ سے زیادہ ان نمونوں سے ہوگی جن کے عکس دے دئیے گئے ہیں۔

اِن امور کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے نستعلیق کے ٹائپ کی جانچ کی جائے تو ظاہر ہوتا ہے کہ :-

(۱) لوہے کے ٹائپ میں نستعلیق کی نزاکتیں اورکششیں بر قرار رکھی جائیں تو تعداد سینکڑوں تک پہونچ جاتی ہے۔ بکثرت پورے لفظ Ligature بھی بنانے ضروری ہوتے ہیں جس سے ٹائپ دقیق اور قیمتی ہوجاتا ہے۔

(۲) جوڑ کم کئے جائیں اور حرفوں کی نشست اور کرسی کا زیادہ خیال نہ کیا جائے تو ٹائپ تو تیار ہوجاتا ہے۔ لیکن خط نستعلیق نہیں رہتا۔ اس کی تمام خوب صورتی غارت ہوجاتی ہے۔

(۳) جوڑوں کی وجہ سے نستعلیق کا ٹائپ رومن ٹائپ کی طرح غیرمنقسم Full Body نہیں ہوتا بلکہ منقسم Fraction Body ہوتا ہے جو فن طباعت Typography کے اصول کے بالکل خلاف ہے۔ فصل Space اور جوڑ بہت ہونے سے ٹائپ جمانے Composing میں وقت بہت صرف ہوتا ہے پھر ٹائپ تقسیم کرتے وقت ایسی مشکلات ہوتی ہیں کہ اس کو گلا کر پھر ڈھالنا زیادہ کفایت اور سہولت کا باعث ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ سالہا سال کی کوششوں اور پانی کی طرح روپیہ بہانے کے بعد یہ ثابت ہوچکا ہے کہ نستعلیق رسم خط ارزاں اور کارآمد ٹائپ کے لئے قطعاً غیر موزوں ہے حتٰی کہ نستعلیق کے وطن ایران نے طباعت کے لئے نستعلیق ترک کرکے نسخ کا ٹائپ اختیار کرلیا ہے۔

میکانی طباعت کی عام خصوصیات

میکانی طباعت نے یورپ میں تقریباً پانچ سو برس کا دور پورا کرلیا ہے۔ محققین کا بیان ہے کہ حرکت پذیر ٹائپ سب سے پہلے ایک چینی پی شنگ نے ۴۹-۱۰۴۱ء میں ایجاد کیا۔ مگر چینی حرفوں کی کثرت کے سبب سے کامیاب نہیں ہوا اور اس کے بعد اب تک یہ قعرِ گمنامی میں رہا۔ البتہ جرمنی میں وسط پندرہویں

صدی میں گوٹنبرگ نے جو ٹائپ وضع کیا اُس نے نہ صرف یورپ اور دیگر ممالک بلکہ خود چین میں ایسا انقلاب پیدا کیا کہ یہ جرمن کاریگر ہی حرکت پذیر ٹائپ کے دور کا موجد مانا جانے لگا۔ یہ امر ہمارے لئے دلچسپی سے خالی نہیں کہ گوٹنبرگ نے ٹائپ کے لئے جو خط وضع کیا وہ جرمنی کے مروّجہ خط گوتھک سے جدا تھا۔ وہ چونکہ ایک ذہین کاریگر تھا اس لئے اس نے شروع ہی سے سمجھ لیا تھا کہ میکانی کام اور ہاتھ کے کام میں فرق ہوتا ہے اور جب تک اس اساسی خصوصیت کا لحاظ نہ رکھا جائے۔ ہرگز کامیابی نہیں ہوسکتی، چنانچہ گوٹنبرگ کے ٹائپ میں طباعت رائج ہوگئی۔ لیکن ہاتھ سے لکھائی کے لئے گوتھک طرز قائم رہا۔ پندرہویں صدی کے آخری زمانے میں کیکسٹن نامی انگریز نے انگلستان کے لئے وہی کیا جو گوٹنبرگ نے جرمنی کے لئے کیا تھا۔ بلکہ یہ کہا جاسکتا ہے کہ اُس نے ٹائپ کی خصوصیت کے مدنظر گوٹنبرگ سے زیادہ پیش قدمی کی۔ کیکسٹن نے اپنے زمانے کے دونوں قسم کے رسم خط گوتھک اور رومن کو نظر انداز کرکے میکانی سہولتوں کی خاطر ایک جدید خط ایجاد کیا۔ اپنا مطبع قائم کیا۔ خود ہی کتابیں لکھیں۔ خود ہی ان کو چھاپا اور فروخت کیا۔ اس کو اپنی جدت اور اپنے ٹائپ کی خوبیوں پر اتنا بھروسہ تھا کہ اس کی کوشش بار آور ہوئی اُسی کا ٹائپ اور اُس کے ساتھ اُس کا نیا رسم خط چل نکلا۔

اِس کے بعد ٹائپ کے رسم خط میں جو ترمیم اور اصلاح کا دور شروع ہوا وہ ایک طرح سے اب تک جاری ہے۔ گزشتہ تقریباً پانچ سو سال میں ٹائپ کے رسم خط اور وضع قطع میں زمین آسمان کا فرق ہوگیا ہے۔

پریس | حرکت پذیر ٹائپ کے رواج کے سو برس بعد تک چھپائی کا کام دستی پریس یعنی ایسی کل سے ہوتا تھا جو لکڑی سے بنی ہوئی ہوتی تھی

اور ہاتھ سے چلائی جاتی تھی۔ اس کے بعد لوہے کے پریس بنانے کی کوشش ہوتی رہی۔ یہاں تک کہ اُنیسویں صدی کے اوائل میں ایک ایسا پریس بن گیا جو بجائے ہاتھ کے بھاپ کی قوت سے چلتا تھا۔ ۱۸۱۴ء میں لندن کا اخبار ٹائمز اسی قسم کے پریس پر چھپا جو ایک گھنٹہ میں ایک ہزار ایک سو داب کرسکتا تھا۔ لیکن تیس برس کی جدّ و جہد کے بعد ایک گھنٹہ میں چار ہزار داب کرنے لگا اور اب ایسی میکانی ترقی ہوگئی ہے کہ یورپ اور امریکہ کے اعلیٰ قسم کے پریس بہ آسانی فی گھنٹہ تین لاکھ داب کرسکتے ہیں۔

ٹائپ ایسے تیز رفتار پریس کے کام کے لئے عمدہ اور مضبوط ٹائپ کی جیسی بھی ضرورت ہوگی، وہ ظاہر ہے۔ موجودہ ٹائپ ایک مرکب دھات سے بنائے جاتے ہیں جس میں سیسہ ٹین اور کحل ہوتے ہیں ان کا معیاری ناپ "پائنٹ" یعنی ایک انچ مساوی ۷۲ "پائنٹ" کے حساب سے ہوتا ہے۔ تین اور پانچ پائنٹ کے ٹائپ بھی موجود ہیں، لیکن یہ بہت ہی چھوٹے ہوتے ہیں۔ اسی سلسلہ میں جو بات یاد رکھنے کے قابل ہے وہ یہ ہے کہ نستعلیق تو رہا ایک طرف، نسخ کا اتنا چھوٹا ٹائپ اب تک نہیں بن سکا ہے اور نہ اس کا امکان ہی ہے انگریزی کتابوں اخباروں وغیرہ کے لئے جو ٹائپ استعمال ہوتا ہے اور وہ جتنی جگہ گھیرتا ہے۔ ذیل کے نقشہ سے واضح ہوگا۔

ناپ ٹائپ	ایک مربع انچ جگہ میں تعداد الفاظ
۶ پائنٹ	۴۷
۹ "	۲۸
۱۲ "	۱۴
۱۴ "	۱۱
۱۸ "	۷

A	B	C	Ç	D	E	F							
G	Ğ	H	İ	I	J	K							
L	M	N	O	P	R	S							
Ş	T	U	V	Y	Z								
Â	E	Î	Ô	Û	Ö	Ü							
§	/	*	?	!							0	9	8
« »	( )	[ ]	:	;	ı		1	2	3	4	5	6	7

j	f	—	-	'	e	ö	ü		â			
ç	b	c	d			s	g	ş	ğ	h	î	û
											3 Punto	
z	l	m	n	i		o	p	k		1 Punto	2 Punto	
										1,5 Punto	4 Punto	
y	v	u	t	6 Punto		a	r	.	,		Katrat	

ترکی خط کا فاؤنٹ

ترکی خط کا فونٹ

ٹائپ کے چہرے (Face) کا گہرا تعلق کاغذ کی نوعیت سے ہے چنانچہ اس کا لحاظ مطبوعات کی قیمت کے مدِ نظر نہایت اہم ہے۔

کمپوزنگ | ٹائپ ہاتھ اور کل، دونوں سے جمائے جاتے ہیں۔ لیکن اُن کی تعداد جتنی کم ہوگی اُسی قدر رفتار زیادہ اور کمپوزنگ میں صحت ہوگی کمپوزٹر کو جب کوئی عبارت دی جاتی ہے تو وہ کئی الفاظ یا سطریں اپنے حافظہ میں محفوظ کرکے خانوں میں سے ٹائپ نکال نکال کر جمانے لگتا ہے۔ اور جب سطر پوری ہوتی ہے تو اس کو مقفّل کر دیتا ہے۔ پھر ان کو ایک اُتھلی کشتی میں منتقل کرتا ہے جس کے بعد پُروف لیا جاتا ہے۔ پروف کی صحّت کے بعد وہ پھر صحّت کرتا ہے یہاں تک کہ کوئی غلطی نہیں رہتی۔

کمپوزٹر کے کام، طباعت میں صحت اور عجلت کے مدِ نظر دو عکس دئے جاتے ہیں جو مصطفٰے کمال پاشا اتاترک کے حکم سے شائع ہوئے تھے۔ اُن سے کمپوزٹر کے کام کی مشکلات یا سہولتوں کا اندازہ ہو سکے گا۔

کمپوزنگ کی مشینیں دو قسم کی ہیں۔ پہلی قسم میں لینو ٹائپ اور انٹر ٹائپ وغیرہ ہیں۔ لینو ٹائپ تو سطر کی سطر ڈھال دیتی ہے۔ دوسری وہ جو کہ ایک ایک حرف ڈھالتی ہیں۔ اُن کا عام نام مانو ٹائپ ہے۔ متمدّن دُنیا میں اخبارات، رسالے اور کتابیں، انہیں دونوں مشینوں میں سے کسی ایک مشین کے ذریعہ کمپوز ہوتی اور چھپتی ہیں۔ مصر اور شام میں انٹر ٹائپ استعمال ہوتا ہے۔ لیکن آج کل مقابلہ لینو ٹائپ اور مانو ٹائپ میں ہے۔ ان کی میکانی خصوصیات سے قطعِ نظر مانو ٹائپ میں آسانی یہ ہے کہ غلطی ہو جائے تو صرف ایک حرف بدلنا پڑتا ہے۔ لیکن لینو ٹائپ میں پوری سطر بدلنی لازم ہوتی ہے۔ ان مشینوں کی شکل و صورت ایک بڑے ٹائپ رائٹر کی سی معلوم ہوتی

ہے اور کمپوزٹر ان پر بالکل ٹائپسٹ کی طرح کام کرتا ہے۔ ان حیرت انگیز مشینوں میں صحت اور عجلتِ کار کے لئے وہ باریکیاں رکھی گئی ہیں کہ ان کو چلتے ہوئے دیکھ کر عقل دنگ ہوجاتی ہے جو کام کاتب مہینوں میں، اور دستی پریس ہفتوں میں، انجام دیتے ہیں۔ وہ ان مشینوں کے ذریعہ گھنٹوں اور منٹوں میں صحت خوش نمائی اور کم خرچ کے ساتھ پایہ تکمیل کو پہنچتے ہیں۔

نئے خط کی ضرورت | پیش کردہ مواد سے ثابت ہوتا ہے کہ اُردو کے لئے کوئی ایسے رسم خط کی ضرورت ہے جو میکانی مطالبات پورا کرے ورنہ مروّجہ خط کے استعمال سے پس پشت رہنے یا خود اس خط ہی کے بالکل نیست و نابود ہونے کا قوی اندیشہ ہے۔ ترکی نے اتاترک کی قیادت میں اور ترکستان نے روسی حکومت کے اثر سے اپنے خطوں کو ترک کرکے رومن خط قبول کرلیا ہے۔ اُنھوں نے خصوصاً ترکی نے یہ محض یورپ کی اندھی تقلید میں نہیں کیا جیسا کہ ہندوستان میں بعض کا خیال ہے۔ انھوں نے یہ دیکھا کہ نسخ بھی جس کا انٹرٹائپ بن گیا تھا اور اب تو اس کا لینوٹائپ اور مانوٹائپ بھی تیار ہوگیا ہے۔ جوڑوں کی کثرت کے سبب سے رومن خط کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ خطِ نسخ میں میکانی ضروریات کی خاطر بہت کچھ قطع و برید کرنے کے بعد بھی حرف اور ان کے جوڑوں کی تعداد دو سو سے زیادہ ہے یعنی رومن کے مقابلہ میں تقریباً دوگنی ہے۔

اُردو زبان نے ایک مستقل اور انفرادی حیثیت اختیار کرلی ہے۔ لیکن اب تک اس کی فطرتی خصوصیات تاریخی حالات اور زمانے کی ضروریات کے بموجب چھپائی اور لکھائی کے لئے کوئی باقاعدہ رسم خط وضع اور پیش نہیں ہوا ہے۔

زبان کا لباس رسم خط در اصل زبان کا لباس ہے اس لئے اُردو کا بھی ایک موزوں کارآمد اور خوش وضع لباس اس کے ماضی، حال اور مستقبل کی مناسبت سے اس کے شایانِ شان ہونا چاہئے۔

تجاویزِ اصلاح مذکورہ بالا اُمور کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے عثمانیہ ٹرننگ کالج نے کئی سال تک اس مسئلہ پر غور و فکر کیا، تحقیقات کی اور مختلف قسم کے تجربے کرنے کے بعد، ایک بالکل جداگانہ زاویہ نگاہ سے اُس کے حل کی کوشش کی۔

ماہرینِ تعلیم جانتے ہیں کہ رسم خط ایک مصنوعی چیز ہے جس کے سیکھنے کا عمل بچّوں کے لئے غیر دلچسپ، خشک اور مشکل ہوتا ہے۔ عثمانیہ ٹرننگ کالج نے بچّے کی نفسیات کو سب سے مُقدّم رکھتے ہوئے۔ پہلے یہ نتائج اخذ کئے۔

(۱) ہاتھ کے خط اور طباعت کے خط میں تھوڑا بہت فرق ہو جائے تو مضائقہ نہیں کیونکہ با تصویر اور عمدہ، چھپی ہوئی مگر ارزاں کتابیں نہ صرف بچّوں کی دلچسپی ترغیب اور تشویق کا باعث ہیں بلکہ بصارت کے تحفظ کے لئے بھی بہت اہم ہیں۔

(۲) جس طرح اُردو زبان کا سیکھنا، غیر زباں دانوں کے لئے آسان ہے۔ اسی طرح مجوّزہ خط کا سیکھنا بچّہ یا اجنبی کے لئے سہل ہونا چاہئے۔

(۳) اُردو کے خط کی بنیادی خصوصیت یہ ہونی چاہئے کہ اس کے سیکھنے کے بعد عربی خط نسخ یا فارسی خط نستعلیق، دونوں پر بہ آسانی عبور حاصل ہو سکے۔

(۴) فن طباعت کے جدید ترین اُصولوں کا حتیٰ الامکان اتنا لحاظ رکھنا چاہئے کہ میکانی ضروریات کی بخوبی تکمیل ہو سکے۔

ان اصولی نتائج کو عثمانیہ ٹرننگ کالج کے خطّاط مولوی شیخ حسین صاحب

مشہدی ، شاہ آبادی (گلبرگوی)، نے عملی صورت دی اور اس بنیادی یا بیسک خط کی سطح اور دور کے ایسے قواعد بنائے، کہ اُن میں خطاطی کے مسلمہ اصول قائم رکھے گئے ہیں ۔

بنیادی یا بیسک خط کی خصوصیات یہ ہیں :۔

(۱) اس میں روانی ، آسانی اور یکسانی ہے ۔

(۲) اس کے حرف مل کر بھی بڑی حد تک اپنی اصلی شکل قائم رکھتے ہیں ۔

(۳) اس کے حرف اونچے نیچے نہیں ہوتے ۔ان کی ایک ہی کرسی رہتی ہے ۔اس لئے جگہ کم گھرتی ہے ۔

(۴) اس کے جوڑ ایک دوسرے سے اور پورے حرف سے ایک ہی سطح یعنی کرسی پر ملتے ہیں ۔

(۵) اس کے جوڑ ہر حالت میں یکساں رہتے ہیں ۔نستعلیق کی طرح موٹے اور پتلے نہیں ہوتے ہیں ۔

(۶) جوڑوں کی کمی اور طرز خط کے باعث اس کا غیر منقسم ٹائپ بن سکتا ہے ۔

(۷) اس کے پورے ٹائپ کی تعداد انگریزی زبان کے ٹائپ کی تعداد سے بھی کم ہوجاتی ہے ۔

(۸) اِس کا ہر پائنٹ کا مضبوط ٹائپ بنایا جاسکتا ہے ۔

(۹) اِس کو ہاتھ یا مشین سے جمانا اور تقسیم کرنا دونوں آسان ہیں ۔

(۱۰) اِس میں صحت ، وضاحت ، عجلت ، کفایت اور خوب صورتی ہے ۔

بنیادی یا بیسک خط کی مزید وضاحت کے لئے چند نمونے دئے گئے ہیں ۔

ہمیں یاد رکھنا چاہیئے کہ دُنیا کی دو زبردست تہذیبوں اور مُتعدّد اقوام کے میل جول کا نتیجہ وہ مشترک زبان ہے جو ہندوستانیوں کا سب سے قیمتی ورثہ ہے۔ اُردو ہی ہندوستان کے طول و عرض میں سب سے زیادہ بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ ؎

اُردو ہے جس کا نام ہمیں جانتے ہیں داغ
ہندوستاں میں دھوم ہماری زباں کی ہے

زبان ہی بکھرے ہوئے انسانوں کو اکٹھا کرتی ہے۔ ایک دوسرے کی غلط فہمیوں اور شکایتوں کو دور کرتی ہے اور آپس میں میل محبت اور اتفاق پیدا کرتی ہے۔ تبادلۂ خیالات کا ذریعہ بن کر اجتماعی زندگی بسر کرنے کا موقع دیتی اور ساتھ ہی ہر فرد کو اپنی استعداد قابلیت اور قوت کے مطابق اجتماعی ترقی میں حصّہ لینے کے قابل بناتی ہے۔

ہندوستان کی تمام زبانوں میں اُردو کی اہمیت، وسعت، سہولت اور مقبولیت، مسلّم الثبوت اور اظہر من الشمس ہے۔ ہندوستان کی یہی ایک زبان ہے جو افغانستان، عراق، عرب، جنوبی افریقہ، برما، چین اور جاپان میں بولی اور سمجھی جاتی ہے۔ اہل یورپ اور امریکہ بھی اسی زبان کو کاروباری اغراض کے لئے سیکھتے ہیں۔ اس طرح اُردو براعظم ایشیا کی سب سے بڑی اور "سب قومی زبان" بن گئی ہے۔ اس کو اب کسی بات کی ضرورت ہے تو وہ یہ ہے کہ اس کے تحفّظ، اشاعت اور ترقی کی خاطر ایسا رسم خط اختیار کیا جائے کہ بلا تکلّف تازہ ترین میکانی ایجادوں سے پورا پورا فائدہ اُٹھایا جا سکے۔

حوالے

یہ رسالہ ذاتی معلومات اور تجربات کے علاوہ وسیع مطالعہ پر مبنی ہے۔ لیکن ذیل میں صرف ایسے حوالے دئے جاتے ہیں جن تک دسترس آسان ہے۔

۱ پیدائش خط و خطاطاں — حاجی میرزا عبدالمحمد خاں ایرانی ۱۳۴۵ھ
چاپ خانہ چہرہ نما (مصر)

۲ کشاف الہدیٰ — یعقوب حسن
مدراس

۳ عہدِ برطانیہ میں ہندوستانی تمدن — علامہ عبداللہ یوسف علی
ہندوستانی اکاڈمی (الہ آباد)

۴ تذکرۂ خوش نویساں — مولانا غلام محمد ہفت قلمی دہلوی ۱۳۲۸ھ
بیپٹس مشین (کلکتہ)

۵ چراغِ دہلی — مرزا حیرت — کرزن پریس
۱۹۰۳ء (دہلی)

۶ آئینِ اکبری — ابوالفضل

۷ ارژنگِ چین — منشی دیبی پرشاد ۱۹۳۱ء
مطبع نول کشور (لکھنو)

خطبۂ صدارت نواب مہدی یار جنگ بہادر } (اردو کانفرنس دہلی) ۱۹۳۹ء

ہماری زبان کے نام — نواب صدر یار جنگ بہادر } رسالۃ المعلم
جبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی } اسفندار ۱۳۲۸ف

رسم الخط — ڈاکٹر نذیر احمد صاحب (انسٹیوٹ علیگڑھ)

REFERENCES

1. The Encyclopaedia of Islam
   Vo. 1 (Luzac & Co. London)

2. Encyclopaedia Britannica XIV Edition
   Articles on: Alphabet, Calligraphy, Persian Art Penmanship, Printing, Printing Type, Typography, Type Writer, Writing.

3. Hand Writing Reform
   By D. Thomas
   (T. Nelson & sons) London.

4. Cursive & Manuscript Writing
   By Voorhis (Lincoln Research Studies)

5. Vishwa Bharati Journal Nos. 111 - VI 1936
   Muslim Calligraphy.

6. India Printer and Paper September 1935.
   Calcutta.

7. The Gospel in Many Tongues.
   (British and Foreign Bible Society, London)

8. Histoire
   Repulique Turque,
   Istanbal Devlet Basimevi. 1935.

9. Grammar
   of the Persian Language.
   By Sir William Jones Kt. 1801

10. Dr. Montessori's Advanced Method,
    William Heinemann London. 1919.